مولانا محمد عارف اللہ صاحب
درجہ تبلیغ

ضرورت مذہب

"نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم"

حرف آغاز :-

آجکل دنیا میں ایک ایسی فضا پھیل چکی ہے کہ بہت سے لوگوں کا نظریہ بن چکا ہے، کہ انسان خیالات وافعال و اخلاق میں خود مختار ہے، اس کو کسی قسم کے مذہب کا پابند ہونے کی ضرورت نہیں، اس دعوی پر ان لوگوں کے بطور شواہد چند نظریات ہیں۔

(۱) مذہب چند رسموں کا نام ہے جو کہ پہلے سے چلی آتی ہیں، یا کسی ایک انسان کے تخیلات کی تشکیل ہیں، جو لوگوں میں شائع ہوگئیں، علاوہ ازیں جب انسان کو علم وعقل حاصل ہو چکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ دوسروں کی عقلی ایجادات یا کسی کی عقل کا غلام بن کر رہ جاوے۔

(۲) جب انسان فطرۃً آزاد اور آزادی ہی اس کا منصب ہے، تو پھر اس کو مذہب کی قید وبند میں گرفتار کرنا اس کی فطری آزادی کو سلب کرنا ہے۔

(۳) انسان اور جانور میں یہی فرق ہے، کہ انسان کو قدرت نے عقل عطا فرمائی ہے، جس سے وہ ہر برے اور اچھے کام کی تمیز کر سکتا ہے، اس لئے اس کو کسی مذہب کی ضرورت نہیں، اس کے لئے اس کی فطری عقل ہی اس کا مذہب ہے چونکہ جانور کو یہ دولت حاصل نہیں، اس لئے وہ کسی نہ کسی کی عقل کا محتاج ہے، نیز عقل والے کی قید وبند اور اس کے تخیلات و افعال کی پیروی کرنے پر مجبور محض ہے، اگر انسان کو اسی طرح جکڑ دیا جاوے تو گویا اس کو جانور بنا دیا گیا ہے

یہ مذکورہ بالا شواہد و دلائل سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہیں، خصوصاً جب کہ مذہب پر عمل کرنے میں خواہشات اور لذتوں کو محدود بھی کرنا پڑتا ہے، لیکن اگر بغور دیکھا جاوے تو یہ دلائل محض دھوکہ ہی دھوکہ ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر جو شخص جتنا ہی مذہب سے دور ہے اسی قدر وحشی جانور، پریشان اور فتنہ فساد کا علمبردار

ہے، اور جو شخص جتنا ہی مذہب حق کا پیروکار ہے، اتنا ہی مہذب، کامل انسان، امن و امان کا ذمہ دار ہے، اور دوسروں کے لئے راحت و سکون کا ضامن ہے، بلکہ دونوں جہان کا بادشاہ ہے۔

جدید دور کے نظریات

(۱) آزاد خیالی اتنی عام ہو چکی ہے کہ خیال ہر قسم کی تقلید کے زنجیروں سے آزاد ہو گیا ہے اور اس دور میں آزاد خیال کہلانے والے لوگ بہت پیدا ہو چکے ہیں، ان میں صداقت و اہلیت کا احساس ایسا ترقی کر چکا ہے، کہ وہ مذہب وحی کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے[۱]۔

(۲) نفس و قوت کی خاطر قوت کا پرستار ہونا، چنانچہ "ماکیا ویلی" مشہور سائنسدان کے نزدیک قومی مملکت کائنات کی اعلیٰ ترین ہستی اور انسان کی اصل غرض و غایت ہے[۲]۔

چنانچہ وہ کہتا ہے "کہ سلطنت کے قیام و بقار کے لئے اکثر اوقات رئیس کو معاہدوں، نیک نیتی، انسانیت اور مذہب کے خلاف عمل کرنا چاہیئے۔

(۳) معجزات پر بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کہا جاتا ہے، کہ چونکہ فطری مذہب اکتفا کرتا ہے۔ اس لئے وحی کی ضرورت نہیں، نیز طبعی، اخلاقی دونوں طریقوں سے وحی ناممکن ہے[۳]۔

چنانچہ اس دور کے مشہور مبلغ ٹورالبا TORALBA کہتے ہیں، کہ جب فطری مذہب قانون انسان کے لئے کافی ہے، اس کے علاوہ تمام مذاہب عیسائیت، یہودیت، اسلام و دیگر غیر عیسوی مذاہب سب کے بغیر کام چل سکتا ہے، تو فطری مذہب کیلئے کسی تعلیم و تربیت کی ضرورت نہیں، انسان اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور وہ انسان کی فطرت میں موجود ہے جو عقل ہمیں ودیعت کی گئی ہے۔ وہ خود ہی نیک و بد کی تمیز کر سکتی ہے[۴]۔

(۴) ہر مذہبی چیز کو عقل سے بھانپا جاتا ہے، جو بات عقل کے مطابق ہو اس کو مان لیا جاتا ہے، اور جو اس کے ناموافق ہو اس کا انکار مذہب کا انکار ہوتا ہے۔

(۵) اس دور میں زندگی کی ایسی توجیہہ ہوئی کہ انسان نورانی الاصل کی جگہ حیوانی النسل قرار پایا ہے۔

(۶) فطرت انسانی کی لطافت کو نظریہ جبلت کی کثافت سے بدلا گیا، نیز عفت، عصمت کے جذبہ کو جنسیت کے نظریہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۷) فطری مذہب وہ ہے کہ جو تمام خارجی رسوم و روایات سے آزاد ہو اور محض فطرت انسانی پر مبنی ہو[۵،۶]۔

۱؎ تاریخ فلسفہ جدید ج اول ص۲۶۴ مترجم خلیفہ عبدالحکیم۔ ۲؎ تاریخ یورپ ص۲۸۱۔ ۳؎ تاریخ یورپ ص۲۸۱ ۴؎ تاریخ فلسفہ جدید جلد دوم ص۱۲۸
۵؎ البرہان (فروری ۶۲ء) ۶؎ تاریخ فلسفہ جدید ج اول ص۶۷۔

(۸) انسان کو وہی راہ اختیار کرنی چاہیئے، جس سے ملک کا وجود اور اس کی آزادی قائم رہے، جو شخص اخلاق کے عام تصورات سے اپنا دامن نہیں جھاڑ سکتا، اس کے لئے انفرادی زندگی ہی درست ہے اور اسے حکمرانی کی جرأت نہیں کرنی چاہیے[1]

(۹) "نظریہ قومیت و وطنیت" اس نظریہ میں مذہب کی کوئی مستقل حیثیت نہیں البتہ وہ سیاست کا ماتحت اور خدمتگار بن کر رہ سکتا ہے، اور جب کبھی دونوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو تو بہر حال سیاسی مفاد کو ترجیح ہوگی، گویا مذہب سیاست سے بالکل آزاد ہے[2]

(۱۰) انسان کے روحانی آبگینہ کو نظریہ اشتراکیت کی قساوت سے پاش پاش کیا گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس دور کا انسان ایک عجیب و غریب مخلوق بن کر رہ گیا ہے کہ جس کو بعض خصائل میں "شتر مرغ" سے زیادہ مناسبت ہے جیسے جب کسی جانور سے بار برداری کے لئے کہا جاوے تو کہتا ہے کہ میں پرندہ ہوں اور اگر اڑنے کے لئے کہا جاوے تو جواب میں کہتا ہے کہ میں تو اونٹ ہوں، اسی طرح جب کہ انسان کو انسانیت کے نورانی اوصاف کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔ تو کہتا ہے کہ میں حیوانی النسل ہوں، اس لئے مجھ میں حیوانیت کے تقاضے ابھریں گے، اور جب حیوانوں کی طرح چلنے کو کہا جاوے تو کہتا ہے کہ میں ایک انسان ہوں۔

الغرض۔ یہ تمام نظریات تعلیم انبیاء کے صریح انکار کی ایک کڑی ہیں، جن کی تردید از روئے عقل آئندہ چند سطور میں کی جائے گی۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

مذہب کی حقیقت

مذہب ان قوانین و احکام کا نام ہے جو خالق کائنات نے انسان کو عطا فرمائے ہیں، اور انسان کے اختیاری افعال سے تعلق رکھنے اور اس کو خالص بھلائی کی طرف ہر آن و زمان میں دعوت دیتے رہتے ہیں، یہ احکام خداوندی دو قسم ہیں، تکوینی، تشریعی۔ تکوینی احکام وہ ہیں کہ جن میں انسان اختیار یعنی کرسکنے اور نہ کرنے میں دخل نہیں دے سکتا، مثلاً موت، حیات، خلق و عدم، مرد و عورت، بچہ و بوڑھا ہونا اور بیمار و تندرست ہونا وغیرہ وغیرہ، ان احکام کا تعلق چونکہ انسان کے اختیار سے نہیں، اس لئے یہ احکام اس مخلوق کو بتائے جاتے ہیں کہ جن کے متعلق ہیں، اور وہ مخلوق ملائکہ ہے۔

تشریعی۔ احکام وہ ہیں کہ جو انسان کے قبضہ اور قدرت میں ہیں، مثلاً کام کا کرنا یا نہ کرنا، معاملات، کسی چیز کا عقیدہ ہونا یا نہ ہونا۔ وغیرہ ایسے امور ہیں کہ جو انسان کے اختیار میں ہیں، چنانچہ ان کے کرنے یا نہ کرنے یا رکنے پر ثواب و عذاب کی اطلاع ہوتی ہے، اس بنا پر یہ احکام انسان کو دیئے گئے، اور انہیں کو مذہب و شریعت کہا جاتا ہے۔

---

[1] تاریخ فلسفہ جدید ج اول ص۲۶۔ [2] البرہان فروری ۶۲ء۔